یں اور بادل ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے تابع ہیں (ان سب میں) یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں[1] اور لیسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کے سوا کو اللہ کا شریک بناتے ہیں، جن سے وہ ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے[2] اور اگر یہ ظالم اس وقت کو دیکھ سکتے جبکہ عذاب ان کے سامنے ہوگا تو ان پر یہ حقیقت کھل جاتی کہ سارا زور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ اس وقت انکا کیا حال ہوگا جبکہ پیشوا اپنے پیروکاروں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور ان کے آپس کے تعلقات ختم ہو جائیں گے اور پیروکار کہیں گے کہ کاش دنیا میں پھر جانا ہوتا تو ان سے ہم بھی اسی طرح بیزاری ظاہر کر دیتے جس طرح یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ ان کے کاموں کو حسرت و افسوس بنا کر ان کے سامنے لاتے گا اور وہ دوزخ سے نہ نکل سکیں گے[3]

---

[1] آیت میں اللہ کی توحید کے ساتھ اس کا تعارف بھی کرا دیا گیا ہے کہ وہ خوف و دہشت کی طاقت نہیں ہے کہ اس سے تعلق جوڑنے میں کسی وسیلہ و سفارش کی ضرورت ہو بلکہ محبت و رحمت کا پیامی ہے کہ ہر شخص اس سے تعلق جوڑ سکتا اور ہر ایک اس کو راضی و خوش رکھ سکتا ہے۔ پھر آگے کی آیت میں اس کی رحمت و محبت کا ثبوت پیش کیا ہے کہ اس نے یہ سارا کارخانہ انسان کی خدمت اور اس کو فائدہ پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ اہتمام و انتظام انسانوں کے ساتھ اس کی محبت و رحمت کا کھلا ثبوت ہے۔

[2] قرآن میں اس قسم کی تقریباً ۷۵۰ آیتیں ہیں جن سے ایک طرف اللہ کی وحدانیت (ایک ہونے)، اس کی رحمت و محبت اور اس کی عظمت و قدرت پر دلیل قائم ہوتی ہے، جو عام فائدہ ہے۔ اور دوسری طرف "یتفکرون" اور "یعقلون" کے ذریعہ ان میں غور و فکر اور ریسرچ و تحقیق کی دعوت بھی ہوتی ہے تاکہ ان سے خاص فائدہ حاصل کیا جائے۔ سائنسی تحقیقات جن سے دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے وہ سب انہی میں غور و فکر اور ریسرچ و تحقیق کے نتیجہ میں ظاہر ہوئی ہیں۔ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے کہ ان سے عام فائدہ جو لوگوں کو دکھائی دیتا ہے اس کو تو حاصل کیا جائے لیکن وہ خاص فائدہ جس میں محنت و مشقت زیادہ پڑتی ہے اس کو دوسروں کے حوالہ کر دیا جائے۔ وہ قومیں بالعموم خاص فائدہ سے محروم رہتی ہیں جو گراوٹ و پستی میں مبتلا ہوتی ہیں اور محنت و مشقت کے کام (غور و فکر اور

ریسرچ وتحقیق ، سے جی چراتی ہیں اور پھر ذلت وخواری ان کی قسمت بن جاتی ہے ۔ اس قسم کی تدبر سے جس طرح عام فائدہ مطلوب ہے، خاص فائدہ بھی مطلوب ہے

اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن میں بار بار نہ ان چیزوں کا ذکر ہوتا اور نہ جگہ جگہ ان میں غور وفکر کی دعوت دی جاتی جس قدر ان میں غور وفکر اور ریسرچ وتحقیق سے کام لیا جائے گا اسی قدر اللہ کی وحدانیت، اس کی رحمت ومحبت اور اس کی عظمت وقدرت پر نشانیاں اور دلیلیں حاصل ہوگی ۔

سے یہ آیت اس بات میں واضح ہے کہ اللہ اور بندوں کے درمیان اصلی رشتہ محبت ومحبوبیت کا ہے جو ایمان کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے ۔ محبت کی چاشنی ہی انسان کو اللہ کی طرف کھینچتی اور اس کی فرمانبرداری میں لطف وسرور کی کیفیت پیدا کرتی ہے ۔

کہ محبت ومحبوبیت کا یہ رشتہ شرک سے نہیں قائم ہوتا ہے چنانچہ مشرک ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں جن کو اللہ کا شریک یا اس کا مقابل ٹھہرا لیتے ہیں ۔ پھر ان تمام فوائد سے محروم رہتے ہیں جو خالص ایمان کے نتیجہ میں ظاہر ہوتے ہیں ۔ اسی رشتہ کے فوائد واثرات اور شرک کی پیوندکاری کے نقصانات کی بحث راقم کی کتاب "حدیث کا درایتی معیار" میں ملے گی ۔

بقیہ: حرفِ اول

کر سامنے آتی ہے جو قرآن کالج اور قرآن اکیڈمی کے قیام کی بنیاد ہے ۔ یہ کتاب یعنی 'اسلام اور پاکستان' پچھلے چند برسوں سے دستیاب نہیں تھی ۔ اب حال ہی میں اِس کا تیسرا ایڈیشن بہتر گیٹ اپ کے ساتھ طبع ہوا ہے ۔ مناسب ہوگا کہ قارئینِ 'حکمتِ قرآن' مذکورہ بالا تینوں کتابچوں کے مطالعے کے لیے وقت نکالیں تاکہ قرآن کالج کے قیام کے پس پردہ کارفرما فکر وفلسفہ سے کماحقہٗ باخبر ہوسکیں ۔

الحمدللہ کہ قرآن کالج میں نئی ایف اے کلاس میں تعلیم وتدریس کا آغاز ہو گیا ہے ۔ ایف اے میں داخلے کے لیے درخواست دینے والے طلبہ کی تعداد ہماری توقع سے زیادہ تھی ۔ چنانچہ ہمیں اس کلاس کو دو حصوں (SECTIONS) میں تقسیم کرنا پڑا ہے ۔ بی اے کلاس میں نئے داخلوں کا مرحلہ بھی طے پا چکا ہے اور ماہ اکتوبر کے [illegible] میں ان شاء اللہ تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہو جاتے گا ۔ یہ سب کچھ اللہ ہی کی تائید وتوفیق کے طفیل ہے ۔ اور دعا ہے کہ وہ اس ادارے کو فی الواقع خدمتِ قرآنی کا ایک اہم مرکز بنا دے ۔ وما ذٰلك على الله بعزيز ۔

توضیح و تنقید

مولانا سیّد اخلاق حسین قاسمی

جنّت کا شجرِ ممنوعہ!

تازہ حکمتِ قرآن ستمبر ۸۹ء میں جناب صلاح الدین صاحب مدیرِ تکبیر، کراچی کی تقریر کے حوالہ سے جنّت کے شجرِ ممنوعہ کی نہایت دل چسپ تاویل نظر سے گزری۔ اگر آپ کے 'حکمتِ قرآن' میں یہ بحث شائع نہ ہوتی تو مجھے یقین نہ آتا کہ برادرم صلاح الدین صاحب جیسا پختہ اسلامی مفکّر ایسی بات منہ سے نکال سکتا ہے۔

دراصل نشہ کی حُرمت بیان کرتے ہوئے صلاح الدین صاحب کے خلّاق ذہن نے ایک آخری دلیل حُرمت وضع کر لی کہ انسانِ اوّل (جو اس وقت رسول بھی تھے) کو بھی خدا تعالیٰ نے نشہ کی چیزوں کے استعمال سے روکا تھا — مگر وہ رک نہ سکے اور نشہ کر بیٹھے اور اس کے نتیجہ میں عُریاں ہو کر زمین پر پہنچا دیئے گئے۔

یہ تفسیر بالرائے کی بڑی دلچسپ (اور فتوے کی رُو سے موجبِ معصیت) مثال ہے۔ میں حکمتِ قرآن کے قاری صاحبان کو شجرِ ممنوعہ کی اس سے زیادہ دلچسپ مثال سُنانا چاہتا ہوں۔

حُسنِ اتفاق یہ کہ جس طرح صلاح الدین صاحب ایڈیٹر اور لیڈر (دونوں عظمتوں) کے مالک ہیں، اسی طرح وہ بزرگ بھی اپنے دَور میں بڑے لیڈر، بڑے صحافی اور بڑے جوشیلے خطیب تھے — اور وہ تھے سرزمینِ پنجاب کے بطلِ جلیل مولانا ظفر علی خاں صاحب مرحوم ایڈیٹر زمیندار —

مولانا مرحوم کے مضامین کا ایک مجموعہ لطائف ادب کے نام سے پہلی بار ۱۹۲۵ء میں چھپا تھا اور خاکسار نے اس میں شجرِ ممنوعہ کی عجیب و غریب تاویل دیکھ کر ایک تنقیدی مضمون ماہنامہ دار العلوم دیوبند دسمبر ۱۹۵۸ء میں شائع کرایا تھا — مرحوم نے

لکھا ہے:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (البقرہ: ۳۵)

اے آدم تم اور تمہاری بیوی اس درخت کے پاس بھی ہو کر نہ گزرنا ورنہ تمہارا شمار ظلم کرنے والوں میں ہوگا۔

قرآن کی اصطلاح میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ گویا آدم و حوّا کو متنبہ کیا گیا کہ اگر تم نے امرِ خداوندی سے سرتابی کی تو تم مشرک سمجھے جاؤ گے اور خدائے واحد کی ذات وصفات میں دوسرے کو شریک کرنے کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ درخت جس کے نزدیک جانے سے آدم منع کیے گئے تھے کس قسم کا تھا؟ ـــــ اور اس کی حقیقت کیا تھی؟

ہمارے مفسّرین کہتے ہیں کہ وہ درخت گندم کا تھا، لیکن اس تاویل سے ان لوگوں کی تشفی نہیں ہو سکتی جو الفاظ کے لغوی مفہوم پر ہی قناعت کرنے کے خوگر ہیں۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نے آدم کو درخت زیرِ بحث کا پھل کھانے سے روکا تو ظاہر ہے کہ یہ درخت از قبیل نباتات نہ تھا بلکہ کوئی تمثیلی استعارہ تھا جو آدم کی نوزائیدہ فطرت کو اس بدترین گناہ کی آلائش سے پاک رکھنے کے لئے تخویف اور ترہیب کے طور پر استعمال کیا گیا تھا جس کا ارتکاب انسان کو کفر کی حد تک پہنچا دیتا۔

اس بدیہی حقیقت کو قرآن حکیم نے خود یہ کہہ کر بے نقاب کر دیا ہے کہ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (ابراھیم: ۲۴)

اے محمدؐ! کیا تم نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا کہ خدا نے نیک بات کو پاکیزہ درخت سے تشبیہہ دی ہے۔

آگے خدا تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ (ابراھیم: ۲۶)

اور ناپاک بات ناپاک درخت کے مشابہ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس درخت کے قریب جانے سے آدم کو روکا گیا وہ